بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن، أَمَّا بَعْدُ:

088: تقدیر پر ایمان کے درجات کا بیان

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابو العباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور ہم بات کر رہے تھے پچھلے درس میں تقدیر پر ایمان کے تعلق سے اور آج کی نشست میں جہاں پر رُکے تھے وہیں سے درس کا آغاز کرتے ہیں، شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فصل: فی درجات الإيمان بالقدر" (تقدیر پر ایمان کے درجات کا بیان)۔

تقدیر پر ایمان کی تعریف اور بنیادی باتوں کو بیان کرنے کے بعد اہل سنت والجماعت کے علماء جو ہیں وہ تقدیر کے درجات یا مراتب بھی کہا جاتا ہے درجات کو اُن کے تعلق سے بات کرتے ہیں کیونکہ مراتب کو جاننا بہت ضروری ہے؛ جن گروہوں کی اس باب میں غلطیاں ہوئی ہیں اُس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ان درجات یا ان مراتب کو انہوں نے سمجھا نہیں ہے جیسا کہ آگے تفصیل بیان کروں گا میں إن شاء الله۔

تو ان درجات کو جاننے کی جو اہمیت ہے وہ یہ ہے کہ آپ صحیح عقیدے کو آسانی سے سمجھ لیں گے اس باب میں:

(۱) تقدیر پر ایمان کے تعلق سے جو بھی اشکال یا ابہام ہے کہ انسان مجبور ہے تو پھر حساب کیسے ہوگا؟!

(۲) یا اس کے بالکل دوسری طرف جو کہتے ہیں انسان خود مختار ہے۔

ان دونوں کی جو غلط فہمیاں ہیں جس کی وجہ سے بدعقیدگی ان لوگوں میں آئی ہے وہ ان درجات یا ان مراتب کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوئی ہے اور وہ توفیق اللہ تعالیٰ نے اہل سنت والجماعت اور سلف کو دی ہے کہ انہوں نے اس ترتیب کو سمجھا ہے اور ان درجات اور مراتب کو دلائل کی روشنی میں بیان بھی کیا ہے؛ تو آیئے دیکھتے ہیں کہ یہ کون سے درجات اور مراتب ہیں اور کیا دلائل ہیں اور ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کیا موقف ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَالإِيمَانُ بِالْقَدَرِ عَلَى دَرَجَتَيْنِ، كُلُّ دَرَجَةٍ تَتَضَمَّنُ شَيْئَيْنِ" (اور تقدیر پر ایمان کے دو درجے ہیں (دو مرتبے بھی کہتے ہیں) اور ہر درجے میں دو چیزیں شامل ہیں)۔

ٹوٹل کتنے ہوئے ؟ چار۔ تو اس لیے آپ کو تعجب ہوتا ہو گا کہ یہاں پر دو لکھے ہیں اور بعض کتابوں میں چار ہیں !

تو فرق کوئی نہیں ہے بلکہ یہ حسن تصنیف میں سے ہے اور حسن تالیف میں سے بھی ہے کہ پہلے اجمال ہو پھر تفصیل بیان کرتے ہیں؛ اجمالی طور پر دو ہیں تفصیلی طور پر چار ہو جاتے ہیں اس ترتیب اور تفصیل سے جو اس کے آگے بیان ہو گا۔

اس جملے کی شرح کے تعلق سے فضیلۃ الشیخ العلامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مصنف نے یہ تقسیم بیان کی ہے اختلاف کی وجہ سے (یعنی جو اہل قبلہ کے گروہوں میں اختلاف تقدیر کے باب میں ہوا ہے) کیونکہ جو تقدیر کے معاملے میں اختلاف ہے وہ تمام مراتب کو شامل نہیں ہے۔

یعنی بعض گروہوں نے جو انکار کیا ہے بعض نے کچھ مرتبوں کا کیا ہے اور بعض نے کچھ اور کا، سب مرتبوں کا کسی ایک گروہ نے نہیں کیا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: تقدیر کا جو باب ہے یہ علم اور دین کے ابواب میں سب سے زیادہ مشکل ہے بندے پر۔

آپ کو یاد ہو گا میں نے ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ بیان کیا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول جو ہے: "کہ تقدیر کا معاملہ جو ہے اللہ تعالیٰ کا راز ہے اور اس راز کی کھوج میں ہم نہیں جاتے"۔

سیدنا علی کا یہ بڑا پیارا قول ہے اور واقعی اگر دیکھا جائے تو تقدیر اللہ تعالیٰ کا راز ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے: کسی کو دیتا ہے کسی کو منع کرتا ہے، کسی کی لمبی عمر ہے کسی کی چھوٹی عمر ہے، کوئی بے روزگار ہے کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے، کوئی تندرست ہے کوئی بیمار ہے، کوئی بے اولاد ہے کسی کی اولاد ہے، کسی کی اولاد فرمانبردار ہے کسی کی نافرمان ہے، کوئی محروم ہے کسی کو بہت کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے؛ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اللہ تعالیٰ کے راز ہیں۔ تو اس لیے جب کسی چیز کی اساس راز میں ہو چھپی ہو تو اس کو جاننا مشکل ہوتا ہے کہ نہیں ؟ اس لیے علم اور دین کے ابواب میں سے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ سب سے مشکل ہے۔

پھر فرماتے ہیں: اور جو اس تقدیر کے تعلق سے جو نزاع اور اختلاف ہے یہ صحابہ کرام کے دور سے ہے (یعنی اس بہترین زمانے سے ہے) لیکن جو حق کو چاہتا ہے اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔

ایک قاعدہ یاد رکھیں آپ: جو بھی حق کا ارادہ رکھتا ہے اخلاص کی بنیاد پر تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل آسان کر دیتا ہے، جو حق چاہتا ہے اور حق راستہ اختیار کرتا ہے نیک نیتی کی بنیاد پر تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس راستے میں ہر آنے والی مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔

اس لیے آپ دیکھتے ہوں گے کہ بعض علماء مشکل سے مشکل مسائل میں بھی بڑی آسانی سے آپ کو جواب دیتے ہیں، حق چاہتے ہیں حق کا راستہ اختیار کیا ہے اخلاص ہے نیک نیتی ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔

اور جتنا آپ اس اخلاص میں اور نیک نیتی میں مضبوط ہوتے جائیں گے اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی توفیق اور بڑھتی جائے گی کیونکہ قاعدہ کیا ہے اس میں؟ ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (ابراھیم:7)؛ اور اس سے بڑھ کر کیا شکر ہو گا کہ ایک شخص حق راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے وہ تمام راستے اختیار کرتا ہے جو اسے حد تک پہنچا دیتے ہیں عقیدتاً اور شرعاً و عبادتاً و سلوکاً ہر اعتبار سے۔

یعنی اس کا یہ نہیں ہوتا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ عقیدے میں یہ میں قول لے لوں کسی امام کا یا کسی عالم کا اور فقہی مسئلے میں کسی اور امام کا قول جو مجھے پسند ہے وہ لے لوں، سلوک اور طریقے کے اعتبار سے میں کسی اور امام کا قول لے لوں جو مجھے پسند ہے؛ کیا یہ حق کی اتباع کرنا چاہتا ہے یا اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا چاہتا ہے؟! اس شخص کی باتوں سے اس کے کردار سے اس کے قول اور فعل سے کہاں پر ہے یہ کیا چاہتا ہے اگرچہ زبانی کلامی یہ کہتا ہو کہ میں حق کی پیروی کرنا چاہتا ہوں حق کی اتباع کرنا چاہتا ہوں یا میں حق پر ہوں؛ تو محض یہ دعویٰ ہے اور اس شخص کو توفیق نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیونکہ راستہ غلط اختیار کیا ہے۔

اس لیے سیدنا عبد اللہ ابن مسعود کا مشہور قصہ جو ہے سنن الدارمی میں جو اہل بدعت مسجد کوفہ میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر اجتماعی ذکر کر رہے تھے، لمبا قصہ ہے اس معاملے میں جو شاہد ہے یاد رکھیں: انہوں نے پوچھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم یہاں پر جمع ہوئے ہیں اور کچھ غلط ہو رہا ہے ہم تو خیر چاہتے ہیں اللہ کے گھر میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرنے میں کیا خیر نہیں ہے؟! انہوں نے کیا فرمایا؟" اگر آپ خیر چاہتے ہوتے خیر کا راستہ اختیار کرتے"۔

یعنی ہر وہ شخص جو خیر چاہتا ہے تو خیر کو نہیں پاتا۔

یا کیا ہر وہ شخص جو خیر کو چاہتا ہے خیر کو پالیتا ہے مطلب کیا ہے کہنے کا؟ یعنی آپ اس وقت تک خیر کو نہیں پا سکتے جب تک کہ آپ خیر کا راستہ اختیار نہیں کرتے، یعنی آپ اس وقت تک حق کو نہیں پا سکتے جب تک کہ آپ حق کا راستہ اختیار نہیں کرتے اور حق کا راستہ اختیار اتباع سنت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

آپ اللہ کے گھر میں بیٹھے ہیں اچھی بات ہے اللہ کا ذکر کرنا بھی اچھی بات ہے لیکن ذکر کرنے کا طریقہ غلط ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اس لیے کیا فرمایا؟ "یہ دیکھ لیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برتن ابھی ٹوٹے نہیں ہیں کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے"۔ یعنی عہد جدید ہے ابھی تھوڑا سا وقت ہی گزرا ہے صحابہ زندہ ہیں اور ان میں سے ایک صحابی بھی نہیں

تھا بلکہ جو صحابی ہیں وہ منع کر رہے ہیں اور جسے منع کیا جارہا ہے وہ اعتراض صحابی پر کر رہے ہیں کہ آپ اعتراض کیوں کر رہے ہیں؟! صحابی حق پر ہیں (رضی اللہ عنہم عن الصحابۃ أجمعین) اور وہ شخص باطل پر ہے اور جھگڑا بھی کر رہا ہے!

اس لیے یہ قاعدہ بہت پیارا ہے کہ جو حق کو چاہتا ہے اس کے لیے مشکل نہیں ہے کوئی بھی ایسا مسئلہ جو کسی اور کو مشکل لگتا ہو یہاں تک کہ تقدیر کے مسئلے میں بھی شیخ صاحب فرماتے ہیں: دین اور علم کے جو مسائل ہیں سب سے زیادہ مشکل مسئلہ جو ہے وہ تقدیر کے مسائل ہیں لیکن جو حق چاہتا ہے اس کے لیے مشکل نہیں ہے۔ تو آیئے دیکھیں درجات کون سے ہیں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام رحمہ اللہ):

"فالدرجة الأولى" (جو پہلا درجہ ہے) "الايمان بأن الله تعالىٰ علم ما الخلق عاملون بعلمه القديم الذي هو موصوف به أزلاً وأبدًا" (یہ ایمان رکھنا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ مخلوق کر رہی ہے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم سے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متصف ہے) "أزلاً وأبدًا" (ملتے جلتے معنی ہیں یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے)۔

("أزلاً وأبدًا" (ہمیشہ سے متصف ہے) "بعلمه القديم" (قدیم علم سے)؛ تفصیل بتاتا ہوں ابھی میں آپ کو کہ مطلب کیا ہے)۔

اس جملے کی شرح کے تعلق سے فضیلۃ الشیخ العلامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ پہلا درجہ ہے اس بات پر ایمان کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ مخلوق کرتی ہے؛ مصنف رحمہ اللہ نے (یعنی شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے) یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے (ایک ہے اللہ تعالیٰ کا اپنا فعل ایک ہے وہ فعل جو مخلوق کرتی ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنا علم جو ہے جو اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (وہ علم جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اپنے اللہ تعالیٰ کے عمل کے اعتبار سے اس پر تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ علم رکھتا ہے جانتا ہے) لیکن اختلاف جو ہوا ہے وہ اس مسئلے میں ہوا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ مخلوق کا عمل جانتا ہے یا جب مخلوق عمل کر لیتی ہے تب اللہ تعالیٰ جان لیتا ہے؟

اور مختصراً شیخ صاحب بیان کرتے ہیں: جو مذہب السلف والأئمہ ہے اس معاملے میں کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ہر چیز جانتا ہے جو انسان یا مخلوق کرتی ہے کرنے سے پہلے بھی جانتا ہے کرنے کے بعد بھی جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے:

﴿بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمٌ﴾ (النساء:176)۔

اور آگے بات بیان ہو گی ان شاءاللہ کہ کس بنیاد پر یہ اختلاف ہوا ہے اور کس نے اختلاف کیا ہے اور کیوں کیا ہے۔

پھر: ''بعلمه القديم'' کے جملے کے تعلق سے قدیم علماء کی اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں جس کی کوئی ابتداء نہیں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جاننے والا ہے جو کچھ مخلوق کرتی ہے۔

یعنی عقیدے کے علماء کی اصطلاح میں جو معنی قدیم کا ہے وہ نہیں ہے جو لغت کے علماء کی اصطاح میں ہے؛ لغت کا معنی اور ہے لغت کی بنیاد پر اور جو اصطلاحی معنی ہے وہ اور ہے اور اس فرق کو جاننا بہت لازمی ہے۔

دیکھیں قدیم یعنی پرانا اب اس کے دو معنی ہیں پرانے کے:

(۱) ایک معنی ہے نسبتاً پرانا ہے، یعنی اس سے پہلے کوئی چیز تھی یا اُس سے پہلے ہے (فلاں چیز سے پہلے ہے)۔

آپ کمرے میں داخل ہوئے پہلے ناصر ہوا پھر عمران ہوا، تو ناصر جو پہلے داخل ہوا وہ پہلے قدیم ہے داخل ہونے کے اعتبار سے عمران سے جو بعد میں آیا ہے نسبتاً؛ یہ لغت کے اعتبار سے ہے کہ قدیم ہے۔

(۲) دوسرا معنی ہے کہ جو ہمیشہ سے پہلے سے اسے بھی قدیم کا لفظ کہا جاتا ہے لیکن اس سے مراد عقیدے کے علماء کی اصطلاح میں یہ وہ پہلا ہے جس سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے الأوّل جسے کہتے ہیں۔

تو اس لیے شیخ الاسلام نے فرمایا ہے دو اور لفظ جو ہیں بیان کیے ہیں ساتھ ''أزلاً وأبدًا'' جس سے معنی واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا معنی "الأول الذي ليس قبله شيء" جو صحیح معنی ہے اس لفظ کا۔

تو اس لیے بعض علماء نے اعتراض کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ قدیم کا لفظ جو ہے اللہ تعالیٰ کے صفت القدیم ہے کیا؟ قرآن اور سنت میں القدیم کا لفظ تو نہیں ہے قرآن اور سنت میں کیا ہے؟ الأوّل اللہ تعالیٰ کا نام ہے جیسا کہ سورۃ الحدید میں آیا ہے۔ اور حدیث میں کیا آیا ہے الأوّل کا کیا معنی ہے؟ ''فليسَ قبلَكَ شَيءٌ'' (جس سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے)؛ تو یہ لفظ ہونا چاہیے تھا۔

لیکن جو معنی ہے اس کا یہی معنی ہے کہ "الأول الذي ليس قبله شيء": اعتراض کرنے والے کا اعتراض بے جا ہے غلط ہے جس نے اعتراض کیا ہے، وہ کہتے ہیں قدیم سے لغت کے اعتبار سے نسبتاً قدیم یعنی پہلے کوئی ہوگا۔

بات یہ ہو رہی ہے کہ جنہوں نے اختلاف کیا ہے وہ پھر دیکھیں چور راستے ڈھونڈتے ہیں اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے۔

تو صحیح بات یہی ہے کہ القدیم کا معنی اصطلاح میں جیسا کہ شیخ صاحب فرمارہے ہیں: ''هو الذي لا أول لابتدائه'' (جس کی کوئی ابتداء نہیں ہے کوئی اوّل نہیں (یعنی ہمیشہ سے ہے))۔

جو لغت کے اعتبار سے ہے فرماتے ہیں: ''فقد يراد به ما كان قديمًا نسبيًّا'': کسی اور نسبت کے اعتبار سے قدیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾(یس:39): چاند کے اعتبار سے جب چاند کے مختلف مرحلے ہوتے ہیں۔ دیکھیں نا ایک چودہویں کا چاند ہوتا ہے، اب چودہویں کے چاند تک پہنچنے کے لیے اس سے پہلے کا مرحلہ دیکھیں اور بعد کا مرحلہ دیکھیں مختلف مرحلے ہیں اور سائز میں بھی تبدیلی آتی ہے: ﴿حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾: لفظ القدیم ہے تو قدیم کیا ہمیشہ سے ایسا ہے چاند یا اُس سے پہلے کچھ اور مرحلے تھے؟ اور بھی تھے؛ تو نسبتاً قدیم ہے لغت کے اعتبار سے۔

اور آپ جانتے ہیں ﴿كَالْعُرْجُوْنِ﴾ کسے کہتے ہیں؟ کھجور کی ٹہنی دیکھی ہے کھجور کی ٹہنی جس پر کھجور کے خوشے ہوتے ہیں، کھجور کا پھل جو ہوتا ہے نا جو ٹہنی کھجور کے درخت میں ہوتی ہے اگر آپ اس کو دیکھیں تو بالکل جیسا کہ کریسنٹ (Crescent) ہوتا ہے نا (ہلال) یوں ہوتا ہے بالکل پتلا سا، دور سے دیکھیں تو یوں لگتا ہے بالکل؛ سبحان اللہ جو تشبیہ ہے ایکسیلنٹ (Excellent) یعنی اس سے بہتر سمجھانے کے لیے شاید کوئی اور لفظ نہ ہو! اگر کریسنٹ (Crescent) کو آپ کسی ایک بدو شخص کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ جو چاند ہوتا ہے اس کا جو پہلا مرحلہ ہوتا ہے وہ کیسا ہوتا ہے تو آپ اگر درخت کو دیکھیں گے کسی اور چیز سے تشبیہ دینا چاہتے ہیں تو اس سے خوبصورت تشبیہ آپ کو کوئی ملے گی نہیں سبحان اللہ!

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ موصوف ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوب علم رکھتا ہے یا خوب عالم ہے جو کچھ مخلوق عمل کرتی ہے اپنے قدیم اور اَزلی علم سے جس کی نہ کوئی انتہا ہے نہ کوئی ابتداء ہے، اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا ہے کہ یہ انسان کیا کرے گا یا کیا کرنے والا ہے کس دن میں کس جگہ پر اس علم قدیم اور اوّل علم سے، اور ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم اس چیز پر ایمان رکھیں اور اس کی دلیل کتاب یعنی قرآن مجید، سنت اور عقل میں موجود ہے (یعنی قرآن اور سنت اور عقلی دلیل بھی موجود ہے)۔

کتاب یعنی قرآن مجید میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: بہت ساری آیات ہیں جن کے عموم میں اللہ تعالیٰ کے علم کا ثبوت ہے ان میں بعض آیات کا شیخ صاحب ذکر کرتے ہیں:

(۱) سورۃ البقرۃ آیت نمبر 282 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے)۔

(۲) سورۃ النساء آیت 32 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾: اس میں دیکھیں ﴿بِكُلِّ شَيْءٍ﴾ صیغ العموم ہے اور علم ہے۔

(۳) پھر سورہ غافر آیت نمبر 7 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾: رحمت و علم کے لفظ کے ساتھ پھر ﴿كُلَّ شَيْءٍ﴾، اور وسیع کا لفظ بھی ہے۔

(۴) سورۃ الطلاق آیت نمبر 12 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾۔ اس میں بڑا پیارا پیغام ہے اور تقدیر کو علم کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے جو اصل ہمارا موضوع ہے: ﴿لِتَعْلَمُوْٓا﴾ (تاکہ تم لوگ خوب جان لو) ﴿اَنَّ اللّٰهَ﴾ (کہ بے شک اللہ تعالیٰ) ﴿عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (ہر چیز پر قادر ہے) ﴿وَّاَنَّ اللّٰهَ﴾ (اور بے شک اللہ تعالیٰ نے) ﴿قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (یقیناً ہر چیز کا علم سے احاطہ کیا ہوا ہے)۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر نہیں ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم بھی رکھنے والا بھی نہیں ہے، جبکہ وہ ایک کو مانتے ہیں دوسرے کو نہیں مانتے۔ آیا سمجھ میں کہ کیسے جوڑا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں اور یہ لازم اور ملزوم ہے آپ الگ الگ نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کے علم کو تقدیر سے کیونکہ سب سے پہلے جو مرتبہ ہے درجہ ہے وہ علم کا ہے اور علم کی بنیاد پر ہی پوری تقدیر ہے، آپ علم کو نکال دیں تقدیر ہی نہیں ہے اساس ہی نہیں ہے تقدیر کی ممکن نہیں ہے! (سبحان اللہ)۔

جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کے علم کا انکار کرنے والا کافر ہے! یہ قرآن کی تکذیب ہے کتنی آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظوں میں بیان فرمایا ہے کہ ہر چیز کا عالم ہے خوب علم رکھنے والا ہے خوب عالم ہے خوب جانتا ہے؛ کہتے ہیں کہ نہیں اللہ تعالیٰ نہیں جانتا ہے، جو انسان عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جانتا ہے۔

تو ﴿كُلِّ شَيْءٍ﴾ میں پھر کیسے آپ نے خارج کر دیا ہے؟! صیغ العموم میں سے ہے آپ کے پاس کیا ثبوت ہے اس عموم سے خارج کرنے کے لیے؟! کوئی بھی نہیں ہے؛ اس لیے تقدیر کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

کیونکہ جیسے آگے میں بیان کروں گا پہلا جو گروہ تھا قدریہ کا انہوں نے علم کا انکار کیا معتزلہ نے علم کا انکار نہیں کیا ہے لیکن پھر بھی یہ ٹھوکر کھائی ہے! وہ یہ تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم تو رکھتا ہے یا ہر چیز پر قادر نہیں ہے؛ کیسے ممکن ہے یہ؟!

اب یہ لازم اور ملزوم ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (العنکبوت:62)، ﴿اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الطلاق:12)؛ ایک کو آپ نہیں مانتے ایک کو آپ مانتے ہیں کیسے ممکن ہے یہ جبکہ صیغ العموم دونوں میں ہے؟! اِلَّا یہ کہ عقل کی خرابی ہے عقل کو نقل پر مقدم کر کے ایک کو مانا ہے ایک جھٹلا دیا ایک کو چھوڑ دیا ہے!

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور بہت ساری آیات ہیں جن میں یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔
سنت میں یعنی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے: " کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی تقدیر کو لکھ دیا ہے آسمان اور زمینوں کے پچاس ہزار سال پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ انسان کو پہنچنے والا تھا اسے کبھی خطاء نہیں ہوناتھا، اور جو چیز انسان سے خطاء ہوئی (یعنی اس سے بچ گیا) وہ کبھی اسے پہنچنے والا نہیں تھا، قلم جو ہیں اُقلام جو ہیں وہ خشک ہو چکے ہیں اور صحیفے جو ہیں وہ بند ہو چکے ہیں"۔ (جیسا کہ آگے حدیث تفصیل سے آئے گی ان شاءاللہ)۔
اور اس میں اور بھی کئی احادیث ہیں جن میں یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم کی بنیاد پر لوح محفوظ میں قلم کو حکم دیا ہے لکھنے کا تو قلم نے لوح محفوظ میں پوری کائنات کی تقدیر کو لکھ دیا ہے۔
پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: عقلی دلیل جو ہے عقل کی بنیاد پر تو یہ بات مسلمات میں سے ہے یعنی یہ بات معلوم ہے عقلاً کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے (یعنی تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے) تو اللہ تعالیٰ کے ماسواء جو بھی ہے وہ مخلوقات ہیں اور عقلاً یہ بات لازم آتی ہے کہ جو خالق ہے وہ اپنی مخلوق کے بارے میں خوب جاننے والا ہو خوب علم رکھنے والا ہو، اور اس کی طرف اشارہ ہے سورۃ الملک آیت نمبر 14 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ؀﴾ (کیا وہ نہیں جانتا جو اس نے پیدا کیا ہے اور وہ لطیف الخبیر ہے)۔ ﴿اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ میں یعنی علم کی انتہا ہے کہ باریک بینی بھی جاننے والا ہے اور خوب باخبر ہے۔
ایک ظاہر چیز ہوتی ہے نا دیکھیں علم میں آپ دیکھتے ہیں آپ کو علم ہے سنتے ہیں آپ کو علم ہے، ایک چھپی ہوئی چیز ہوتی ہے؛ دیکھیں اب ڈاکٹر ہے وہ آپ کی نبض کو ہاتھ لگا کر بیماری بتا دیتا ہے، آپ کو اسٹیتھواسکوپ (Stethoscope) لگا کر بتا دیتا ہے یا ایکسرے دیکھ کر بتا دیتا ہے آپ سے چھپا ہے آپ نہیں جانتے اس کو کیسے چھپی ہوئی چیز کا پتہ چل گیا ہے؟ علم ہے۔
اب موسم بتانے والے آسمان کی طرف دیکھیں گے اور ہوا کا رُخ دیکھیں گے کس طرف ہے، پھر بادلوں کے بارے میں دیکھیں گے ان کی طرف دیکھیں گے اور بتائیں گے کہ بارش ہونے والی ہے بارش آئے گی، ایک علم ہے (سبحان اللہ) یہ کوئی کہانت نہیں ہے۔
کہانت اور چیز ہے شیاطین کی مدد سے علم غیب کے بارے میں کوئی جانکاری کر کے بات کرنا وہ جائز نہیں ہے معروف ہے لیکن یہ جو معاملہ ہے کہ آپ اپنے ایکسپیرئنس (Experience) کی بنیاد پر کوئی بات کرتے ہیں۔
اس لیے فرمایا ﴿اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ : ﴿اللَّطِيْفُ﴾ (باریک بینی جاننے والا) اور ﴿الْخَبِيْرُ﴾ (خوب باخبر)؛ اللہ کا علم شامل ہے۔

دیکھیں شمول علم کیسا ہے؟ احاطہ بھی اور شامل بھی ہے یعنی کوئی چیز اللہ کے علم سے بچی نہیں ہے نہ بچ سکتی ہے کبھی سوال نہیں پیدا ہوتا!

جس کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس کے بارے میں جانتا نہیں ہے؟! اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اُسے پیدا کرنے سے پہلے بھی جانتا ہے، وہ کب پیدا ہوگا کہاں پر پیدا ہوگا، کیسا ہوگا کیسی زندگی میں رہے گا وہ پھر کہاں پر مرے گا، خاتمہ کس چیز پر ہوگا، پھر وہ جنتی ہے دوزخی ہے تمام چیز جانتا ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ابھی انسان وجود میں آیا ہی نہیں ہے (سبحان اللہ)؛ ایک تو یہ عقیدہ ہے جو صحیح اور حق عقیدہ ہے اہلسنت والجماعت کا۔

دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ جانتا نہیں ہے کہ انسان نے کرنا کیا ہے! انسان کفر کرتا ہے پھر اللہ کو علم ہوتا پھر اللہ سزا دیتا ہے، انسان کوئی عمل کرتا ہے کوئی نماز پڑھتا ہے، اللہ کو علم بعد میں ہوتا ہے نماز پڑھنے کے بعد کہ اس نے نماز پڑھی ہے؛ یہ کیا ہے یہ کوئی عقیدہ ہے؟! (إنا لله وإنا إليه راجعون)؛ آگے مزید تفصیل آئے گی ان شاء اللہ۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ جملہ جو ہے "الذي هو موصوف به أزلًا وأبدًا": اس میں دو چیزیں دیکھیں: "أزلًا" کے لفظ میں یہ جہالت کی نفی ہے اور "أبدًا" کے لفظ میں بھولنے کی نفی ہے؛ "أزلًا" (ہمیشہ سے) "أبدًا" (ہمیشہ تک)؛ (سے پہلے، تک بعد میں)۔

علم سے پہلے انسان کو دیکھ لیں آپ!

شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ کا علم جو ہے وہ جہالت سے مسبوق نہیں ہے یعنی علم سے پہلے کوئی جہالت نہیں تھی کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتا بعد میں اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے، نہیں! اور نہ ہی بھولنے سے ملحوق ہے (علم سے پہلے جہالت نہیں علم کے بعد بھول نہیں ہے)۔

دیکھیں انسان کو دیکھیں ہم پہلے جاہل تھے پیدا ہوئے کیا ہم جانتے تھے کچھ؟ نہیں! ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے جاہل تھے، پھر تھوڑا تھوڑا علم حاصل کیا پھر ہمارے علم میں اضافہ ہوتا گیا پھر ہم جاننے والے کچھ بن گئے؛ وہ علم جتنا ہم جانتے ہیں بس۔

جو نہیں جانتے اب میں ڈاکٹر ہوں آپ مجھ سے انجینئرنگ کے بارے میں پوچھیں میں نہیں جانتا انجینئرنگ کے بارے میں، مجھ سے پلمبرنگ کے بارے میں پوچھیں پلمبرنگ نہیں جانتا میں کہ اس کے کیا اصول ہیں کیا چیز ہے، میتھس (Maths) کے بارے میں پوچھیں جو پڑھا تھا وہ بھی بھول گیا ہے!

تو اس سے علم سے پہلے جہالت اور علم کے بعد نسیان یہ مخلوق کی حقیقت ہے یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے انسان اتنا عمر رسیدہ ہو جاتا ہے (یہ نارمل ہے) کہ اپنے پیاروں کو نہیں پہچانتا بھول جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی ایک اسٹیج آتی ہے الزائمر (Alzheimer) کی کہ کھانے کا پتہ نہیں اس نے کھانا کھایا ہے کہ نہیں اسے بتانا پڑتا ہے کہ کھانا تم نے کھایا یا نہیں کھایا ابھی آپ نے، یہاں تک کہ اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ دن ہے یا رات ہے؛ دیکھ رہے ہیں انسان کی کمزوری کیسے ہے کہ یہاں تک کہ اسے پتہ نہیں ہوتا میرا نام کیا ہے میں کون ہوں! یہ سب علم ہے کہ نہیں؟

یہی شخص ابھی کچھ سال پہلے پروفیسر تھا پڑھانے والا تھا بڑی اس کی دھوم دھام تھی بڑا اس کا نام تھا وہ علم بھی گیا یہاں تک کہ جو پیارے قریبی رشتے دار تھے ان کو بھی جاننا بھول گیا، پھر کرتے کراتے اپنی جو پرسنل لائف ہے اس کے بارے میں جاننا بھول گیا، اپنا نام بھی بھول گیا یہ حقیقت ہے اس انسان کے علم کی!

جو اللہ تعالیٰ کا علم ہے وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ تک ہے أزلاً وابداً جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ طہ آیت نمبر 52 میں موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی زبانی جب فرعون سے بات کر رہے تھے، فرمایا: ﴿عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ (اللہ تعالیٰ کا علم ہے کتاب میں اللہ تعالیٰ نہ کبھی گمراہ ہوتا ہے اور نہ ہی کبھی بھولتا ہے)۔

گمراہی سے مراد یہاں پر جہالت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی جاہل نہیں تھا، یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہی نہیں تھا پہلے؛ وہ ہمیشہ سے جاننے والا ہے اور ہمیشہ تک جانتا رہے گا اور مخلوق کے علم کے بر خلاف (شیخ صاحب فرماتے ہیں) جو جہالت سے مسبوق ہے اور نسیان اور بھول ملحوق ہے انسان کے علم سے پہلے جہالت ہوتی ہے بھول ہو جاتی ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: تو ہمارے اوپر واجب ہے ہم یہ ایمان رکھیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ مخلوق عمل کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے سابق علم سے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہمیشہ تک متصف ہے۔

یہ اصل جملہ ہے اور علم کے اعتبار سے ہمارا یہ ایمان ہے جو پہلا درجہ پہلا مرتبہ ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ): ''عَلِمَ جَمِيعَ أَحْوالِهِمِ مِنَ الطَّاعاتِ وَالمَعاصِي وَالأَرْزاقِ وَالآجالِ'' (اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے مخلوق کے تمام احوال طاعات میں سے، معاصی اور نافرمانیوں میں سے جو رزق ہے (الأرزاقِ: جمع رزق ہے کہ جو بھی رزق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے) اور ''الآجالِ'' اور اُن کے خاتمے کا (أجل خاتمے کو کہتے ہیں))۔ اور اس کی دلیل جیسا کہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحیحین (متفق علیہ حدیث) میں معروف سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ہے،

فرماتے ہیں: ”قال: حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق“: معروف حدیث جو ہے کہ: ”إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه ...“ (کہ تم میں سے یعنی جو لوگ ہیں اُن کو جمع کیا جاتا ہے اپنی ماں کے پیٹ کے اندر)، اور معروف حدیث ہے کہ چالیس دن پھر نطفہ ہوتا ہے، پھر علقۃ چالیس دن، اس طریقے سے پھر مضغۃ ہوتا ہے۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں: پھر مختلف مرحلے ہیں جو بچے کے ماں کے پیٹ کے اندر اُن کا ذکر کرنے کے بعد جو حدیث کے الفاظ ہیں: ”ثم يبعث الله ملكًا“: پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو مقرر فرشتہ ہے اور چار کلمات ہیں چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے فرشتے کو کہ لکھو؛ کیا لکھتا ہے؟ ”اكتب عمله، ورزقه، وأجله، وشقي أو سعيد ...“: اب اس بچے کی یعنی ماں کے پیٹ کے اندر یہ چار چیزیں لکھو یہ اللہ تعالیٰ فرشتے کو حکم دیتا ہے: (۱) اس کا عمل۔ (۲) اس کا رزق۔ (۳) اس کا خاتمہ۔ (۴) کیا خوش بخت ہے یا بد بخت ہے؛ اور پھر تمام حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (یہ حدیث بھی تفصیل سے آگے بیان ہو گی ان شاء اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے انسان کو پیدا کرنے سے پہلے (یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے)، ہمارے فرمانبرداریاں طاعات اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، ہمارے نافرمانیاں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، ہمارے جو رزق ہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، ہمارا جو خاتمہ ہے ہمارا جو اُجل ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، اگر انسان کی موت واقع ہو جائے کسی معلوم سبب سے یا غیر معلوم سبب سے اللہ تعالیٰ کے لیے معلوم ہے کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے، انسان کے علم کے برخلاف انسان اپنے اُجل کے بارے میں نہیں جانتا کہ اُس نے کب مرنا ہے کہاں مرنا ہے کب مرنا ہے اور کس سبب سے مرنا ہے اور کس حالت میں اس کو موت آئے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ جو ہے وہ حسن پر کرے اور بہترین ہو۔

پھر شیخ صاحب دعا کرتے ہیں: ”نسأل الله تعالى حسن الخاتمة“: آمین یاربّ العالمین۔

لیکن انسان جو ہے یہ تمام چیزیں نہیں جانتا۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ پہلی چیز جو ہے یہ پہلے درجے میں سے ہے۔

ابھی تک جو بات ہوئی ہے پہلے درجے کی پہلی چیز، پہلے درجے میں دو چیزیں ہیں جیسا کہ شیخ صاحب نے فرمایا ہے ”تَتَضَمَّنُ شَيْئَيْنِ“: تو پہلے درجے میں جو پہلی چیز ہے وہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے؛ اب دوسری چیز کا بیان ہو رہا ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ثُمَّ كَتَبَ اللهُ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ مَقَادِيرَ الْخَلْقِ“ (پھر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں مخلوقات کی تقدیر کو لکھا دیا)۔

یہ دوسری چیز ہے پہلے درجے کی کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں مخلوقات یا کائنات کی تقدیر کو لکھ دیا۔

لوح محفوظ کیا چیز ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: لوح محفوظ جو ہے ہم اس حقیقت اور ماہیت کو نہیں جانتے؛ یہ کس چیز سے بنا ہے کیا لکڑی سے ہے لوہے سے ہے، سونے سے ہے چاندی ہے سے، یا ہیرے موتیوں سے زمرد وغیرہ سے یعنی بنا ہے ؟ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس چیز سے بنا ہے لیکن ہمارا یہ ایمان ہے کہ ایک لوح ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تقدیر کو لکھ دیا ہے اور یہ ہمارا حق نہیں ہے کہ ہم اس کی کھوج میں پڑ جائیں اور یہ دیکھیں کہ وہ کس چیز سے ہے یا کس چیز سے بنا ہے، لیکن اگر کتاب اور سنت میں سے کوئی دلیل ہوتی تو ہمارے اوپر واجب ہوتا ہم وہ عقیدہ رکھتے کہ کس چیز سے بنا ہے۔

جب قرآن اور سنت میں اور صحیح کسی دلیل میں اُس کی حقیقت اور ماہیت کا ذکر نہیں ہے تو ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم اس پر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور جس چیز سے بھی بنا ہے ہمیں اُس سے کوئی مسئلہ نہیں ہے ہمارا ایمان ہے کہ لوح محفوظ موجود ہے، اور یہ پہلا لفظ ہے لوح کا۔

"محفوظ" کا وصف جو ہے اس لوح کا اس لیے ہے کیونکہ یہ مخلوقات کے ہاتھوں سے محفوظ ہے وہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی اور کوئی بھی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا کوئی بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔

یہ پہلا معنی ہے محفوظ کا کہ وہاں تک کوئی رسائی نہیں کر سکتا کوئی پہنچ نہیں سکتا کوئی اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا مخلوقات میں ممکن نہیں ہے، دوسرا معنی محفوظ کا کہ یہ تبدیلی سے بھی محفوظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ لکھ دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کبھی تبدیل نہیں کرتا۔ ایک تو مخلوق نہیں تبدیل کر سکتی جو پہلا معنی محفوظ کا ہے، دوسرا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود بھی تبدیل نہیں کرے گا جو لکھ دیا ہے وہ لکھ دیا ہے وہ تبدیل نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو لکھا ہے وہ علم کی بنیاد پر ہے جو اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ اَزلی علم ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اُس اساس پر اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے جیسا کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ آگے بیان کریں گے کہ جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے وہ کبھی تبدیل نہیں ہوتا یا کبھی تبدیل نہیں ہوگا۔

اچھا جو تبدیلی آتی ہے جس کا ذکر ہے یا لوگوں کو لگتا ہے کہ تبدیل ہوتا ہے وہ فرشتوں کے ہاتھوں میں جو کتاب ہوتی ہے، تفصیل ان شاءاللہ آگے آئے گی کہ کس طریقے سے ہوتا ہے۔

"مقادیر الخلق" سے مراد تمام مخلوقات کی تقدیر، اور نصوص کے ظاہر میں یہ بات شامل ہے کہ جو کچھ انسان کرتا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے، جو جانور کرتے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہے کیونکہ تقدیر کا معاملہ جو ہے مخلوق کے تعلق سے یہ عام اور شامل ہے ہر چیز کو۔

لیکن ایک مسئلہ ہے کہ کیا یہ کتابہ جو لکھا گیا ہے لوح محفوظ میں یہ اجمال ہے یا تفصیلی ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اس پر ہم جزم سے بات نہیں کر سکتے کہ اس میں جو لکھا ہے وہ تفصیلی ہے یا اجمالی ہے۔

مثال کے طور پر "القرآن الكريم" (دیکھیں بڑی پیاری بات شیخ صاحب فرماتے ہیں اب قرآن کریم ہے) لوح محفوظ میں جو قرآن مجید لکھا ہے وہ یہی قرآن مجید ہے جو اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے ہمارے پاس ہے، یہی آیات اور حروف اس طریقے سے پورا لکھا ہوا ہے یا جو لکھا ہوا ہے لوح محفوظ میں صرف قرآن مجید کا نام اور ذکر ہے کہ قرآن مجید بھی کتاب ہو گی (پورا قرآن لکھا ہے یا صرف قرآن مجید کا ذکر ہے لوح محفوظ میں) اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو گا اور نور ہو گا ہدایت ہو گا لوگوں کے لیے یا کوئی اس طریقے سے اجمالی باتیں؟

قرآن مجید کتاب ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہو گی؟ یا نور ہے ہدایت ہے لوگوں کے لیے یہ جملہ ہے اس طریقے سے جملے ہوں گے لوح محفوظ میں لکھا جو ہے یا پورے قرآن کی تفصیل جیسے ہمارے ہاتھ میں پوری کتاب ہے یہ پوری کتاب لکھی ہے؟

فرق جانا ہے دونوں میں اس میں سے کیا ہے؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں اس میں احتمال ہیں؛ اگر ہم ظاہر نصوص کو دیکھیں تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید تمام لکھا ہوا ہے "جملة وتفصيلًا": ذکر بھی ہے اور تفصیل بھی ہے جیسا کہ ہمارے ہاتھ میں یہ کتاب ہے لیکن اگر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور نازل کرتا ہے مختلف اوقات میں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ لکھا ہے لوح محفوظ میں وہ قرآن مجید کا ذکر ہے نا کہ مکمل یہ قرآن ہے، اور اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ قرآن مجید کا ذکر ہو لوح محفوظ میں کہ پورا کا پورا قرآن اس میں لکھا ہو۔

اب دلیل دیکھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قرآن مجید کے تعلق سے: ﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ﴾ (الشعراء:196): یعنی قرآن مجید کا ذکر ہے سابقہ کتابوں میں؛ اب قرآن کا ذکر جو ہے یہ ہم خوب جانتے ہیں کہ قرآن کا ذکر جو تورات، انجیل یا سابقہ آسمانی کتابوں میں ہے وہ صرف ذکر ہے نا کہ پورا قرآن لکھا ہوا ہے۔

اور اسی طریقے سورۃ البروج آیت نمبر 21 اور 22 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾﴾: قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے، یعنی "ذكره في اللوح المحفوظ": قرآن کا ذکر ہے لوح محفوظ میں۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: اہم بات یہ ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے اور یہ جو لوح محفوظ ہے اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی، جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے وہ ہمیشہ رہے گا اس میں تبدیلی کبھی نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم جو ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے لکھنے کا جو کچھ ہونے والا قیامت کے دن۔

اس میں سے قول راجح کون سا ہے کہ ذکر ہے یا پورا قرآن ہے؟ اللہ أعلم۔

یہ علم غیب میں ہے اس کی تفصیل نہیں جانتے ہیں، احتمال کی بات شیخ صاحب نے کی ہے کیا پہلا ہو سکتا ہے یا دوسرا ہو سکتا ہے یا دونوں بھی ہو سکتے ہیں، اللہ أعلم؛ کیونکہ اس کی واضح دلیل کوئی نہیں ہے اور ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا ایمان میں کہ قرآن مجید پورا کا پورا لکھا ہو یا قرآن کا ذکر ہو صرف لیکن جو پہلی بات شیخ صاحب نے کی ہے ظاہر سے یہی لگتا ہے کہ پورے کا پورا قرآن لکھا ہے، ذکر بھی ہے اور پورا قرآن جو تفصیلاً ہے یہ بھی ہے (واللہ أعلم)۔

پھر شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فأول ما خلق الله القلم؛ قال له: اكتب! قال: ما أكتب؟ قال: اكتب ما هو كائن إلى يوم القيامة''۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے تو قلم کو حکم دیا ہے ''اكتب'' (لکھو) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جبکہ قلم جماد ہے تو کس طریقے سے جماد کو حکم دیا جاتا ہے؟ یعنی اگر کوئی اعتراض کرے یا اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اللہ نے قلم کو حکم دیا ہے جبکہ قلم تو جماد ہے حکم تو عقل والوں کو دیا جاتا ہے نا؟!

اس کے جواب میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: کہ جو بھی جمادات ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب عقل رکھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب بھی کیا ہوا ہے اس کے کئی دلائل ہیں قرآن مجید میں اس کی چند مثالیں:

(۱) سورۃ فصلت آیت نمبر 11 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۗ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾﴾۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ نے خطاب کیا ہے آسمان اور زمین سے کہ آؤ ﴿طَوْعًا اَوْ كَرْهًا﴾ (چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے) ﴿قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ﴾: ﴿قَالَتَاۤ﴾: آسمان اور زمین نے کیا کہا جواب میں؟ ﴿اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ﴾ (ہم آئے ہیں فرمانبرداری کرتے ہوئے)۔

یہ خطاب کس کے لیے ہے؟ زمین اور آسمان کے لیے ہے اور جواب بھی دیا ہے۔

اور جواب جو ہے کس صیغۃ الجمع میں ہے عقلاء یا غیر عقلاء؟ ہونا کیا چاہیے تھا "قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعَات" یا "طَائِعِينَ"؟

" قَالَتَا" کون؟ زمین اور آسمان (تثنیہ ہے نا آسمان اور زمین کا)۔

"طَائِعَات" ہونا چاہیے یا "طَائِعِينَ" کیونکہ مثنیٰ بھی جمع سمجھا جاتا ہے؟ تو یہاں پر ذکر کیا ہے؟ ﴿طَآئِعِيْنَ﴾ جمع ہے۔ عقلاء کے لیے غیر عقلاء کے لیے فرق کیا ہے؟ اگر عقلاء کے لیے ہوتا تو ﴿طَآئِعِيْنَ﴾ ہونا چاہیے کیونکہ ضمیر یہاں پر اُن کی طرف نہیں منسوب ،واپس نہیں جا رہا۔ "طَائِعَات": جو مثنیٰ ہے ﴿قَالَتَآ﴾ تثنیہ ہے کہ نہیں؟ قَالَ نہیں ہے ﴿قَالَتَآ﴾ مثنیٰ ہے مؤنث بھی ہے۔

مؤنث میں "طَائِعِينَ" یا "طَائِعَات" ہونا چاہیے؟ "طَائِعَات"۔ اس میں لفظ کیا ہے؟ ﴿طَآئِعِيْنَ﴾۔ تو کس طرف یہ اشارہ ہے؟ دیکھیں خوبصورت انداز بیان ہے اشارہ کس طرف ہے؟ کہ یہ عقل رکھنے والے ہیں یعنی زمین اور آسمان کو بھی عقل ہے، اور بات بھی کرتے ہیں؛ زمین اور آسمان بھی بات کرتے ہیں پتہ ہے لیکن ہمارے لیے نہیں ہم نہیں سمجھ سکتے اس کو۔

(۲) اس کی اور مثال دیکھیں آگ کے بارے میں دیکھیں: سورۃ الانبیاء آیت نمبر 69 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝﴾۔

﴿قُلْنَا يٰنَارُ﴾ (آگ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے) ﴿كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾: اب آگ سنتی ہے؟ ہماری تو نہیں سنتی آگ ہمارے لیے جماد ہے اور جماد سنتا ہے دیکھتا کچھ نہیں ہے کیونکہ جماد ہے، تو یہ سننا دیکھنا جو ہے یہ زندہ چیزوں کی علامات ہیں جمادات کی نہیں۔ یہ دیوار ہے سنتی ہے دیکھتی ہے؟ نہیں! اس کو حکم دیا جا سکتا ہے؟ آپ دیوار کو حکم دیں دے سکتے ہیں؟ نہیں دے سکتے کیونکہ جماد ہے زندہ نہیں ہے۔

اب آگ نے سنا ہے کہ نہیں سنا؟ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی کہ نہیں ہو گئی ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے؟ تو سنا ہے۔

(۳) اور مثال دیکھیں سورۃ سبا آیت نمبر 10 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ﴾ (داود علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پہاڑوں کو کہ تم بھی تسبیح کرو اللہ کا ذکر کرو): یہ خطاب پہاڑوں کے لیے ہے پہاڑ بھی اللہ کا ذکر کرتے تھے تسبیح کرتے تھے داود علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ۔

یہ بات ہو رہی ہے خطاب کی کہ اللہ نے خطاب کیا ہے حکم دیا ہے اور خطاب عقلاء کو ہوتا ہے اس لیے بات خطاب کی ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے قلم کو تو قلم کو خطاب جو دیا ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بھئی یہ تو جمادات میں سے ہے؟! صرف

حدیث میں نہیں قرآن میں بھی دیکھیں کئی ایسی یہ آیات ہیں جن میں یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جمادات کو خطاب کیا اور حکم دیا ہے۔

﴿اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ﴾ اللہ اکبر، بات یہی ہو رہی ہے۔

حاصل یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا ہے کہ لکھے اور قلم نے حکم کی تعمیل کی ہے لیکن ایک اشکال وارد ہوا قلم کو بھی کیونکہ معاملہ مجمل ہے پتہ نہیں کہ لکھنا کیا ہے: " فقال: ما أكتب؟"(میں کیا لکھوں)، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اكتب ما هو كائن إلى يوم القيامة"(جو کچھ ہونا ہے لکھ دو تا قیامت)؛ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو کچھ تا قیامت ہونے والا ہے قلم نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ دیکھیں کہ کس طریقے سے قلم نے جو کچھ تا قیامت ہونے والا ہے وہ لکھ دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

"ما هو كائن إلى يوم القيامة": یہ جملہ جو ہے اس میں ہر چیز شامل ہے، جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور جو مخلوقات کے افعال ہیں سب اس میں شامل ہیں۔

پھر یہ جملہ ہے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فَمَا أصاب الإِنْسانَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ، وما أَخْطَأَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ"۔

اگر آپ اس جملے پر ایمان رکھ لیتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) تو آپ مطمئن ہو جائیں گے (یعنی آپ کے دل میں مضبوطی آ جائے گی) آپ کے دل میں اطمینان اور سکون ایک جگہ کر لے گا جو کبھی ہلے گا نہیں۔

کیونکہ تقدیر کے معاملات جو ہیں نا بڑے خوفناک ہوتے ہیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں انسان کو لیکن اگر آپ کو اس جملے پر یہ بھی حدیث کا حصہ ہے جیسے آگے بیان ہوگا: "فَمَا أصاب الإِنْسانَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ": جو انسان کو پہنچا ہے خیر ہو یا شر ہو وہ اس سے کبھی خطاء نہیں ہونے والا تھا، اُس سے کبھی بچنے والا نہیں تھا یہ انسان اور جس چیز سے وہ بچا ہے اُسے وہ چیز کبھی پہنچنے والی نہیں تھی۔

یعنی ایک دفعہ میں جا رہا تھا یہ بہت پُرانی بات ہے میں میڈیکل میں تھا تو ایک مین روڈ کراس کر رہا تھا کھڑے ہوئے تھے ہم میرے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ اب میں اس شخص کی طرف دیکھ رہا تھا اپنی لیفٹ سائیڈ پر اور روڈ جو ہے اس کا جو راستہ ہے وَن وے (One Way) تھا وہ رائٹ سے لیفٹ کی طرف جا رہا تھا، تو مجھے نہیں پتہ پیچھے کا باتیں کر رہے تھے ہم، آ کر رُک گیا تو بات کر رہا تھا اسے میں نے دیکھا مجھے نہیں پتہ میں نے اچانک ایسے جمپ اوپر لگائی اُس کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا تو موٹر سائیکل جو ہے وہ

سلپ ہوااور ہمارے نیچے سے گزر کر گیا ہے؛اب یہ رفلیکس (Reflex) کہاں سے آیا ہے مجھے نہیں پتہ کیسے ہوا ہے ؟!(سبحان اللہ)۔

یعنی جو تکلیف نہیں پہنچنی تھی وہ کبھی پہنچ نہیں سکتی آپ کو!آپ دیکھتے ہیں کہ انسان خود کبھی ڈرائیونگ کر رہا ہوتا ہے مشکل سے اپنے آپ کو بچانا چاہتا ہے تو جتنا بچاتا ہے تکلیف جو پہنچنی ہوتی ہے وہ پہنچ جاتی ہے۔

یہاں پر کبھی آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ جاتے جاتے بڑی سی تکلیف سے آپ بچ جاتے ہیں پتہ نہیں چلتا کہ کیسے بچ گئے، کیونکہ وہ تکلیف آپ کو پہنچنی نہیں تھی؛جو پہنچنی ہوتی ہے اسے کبھی روک نہیں سکتا اور جو نہیں پہنچنی کبھی وہ آپ کو پہنچ نہیں سکتی(سبحان اللہ)۔

تو آپ کی زندگی میں کئی ایسے واقعات ہوں گے میرے ذہن میں آگیا میں نے بتایا ہے میں خود حیران ہو گیا ہوں واللہ!اگر یہ لگتا ہماری دونوں ٹانگوں کو تو فریکچر ہونا تھا بچنا مشکل تھا دونوں کا!جس اسپیڈ سے وہ گیا ہے جس طریقے سے وہ اتنی دور تک چلا گیا ہے آپ دیکھیں کہ آپ دیکھ بھی نہیں رہے لیکن وہ کیا چیز تھی، کس طریقے سے وہ جمپ کیسے آیا ہے کیا ہوا مجھے نہیں پتہ،اللہ اعلم! اور وہ بھی پیچھے ہٹ گیا اس کو میں نے یوں ہٹا دیا،بس تکلیف سے بچنا تھا اللہ تعالیٰ نے بچا دیا(سبحان اللہ)۔

تو یہ قاعدہ یاد رکھیں ہمیشہ؛اب رزق ہے اب فلاں کو ملا آپ کو نہیں ملا ہے جبکہ آپ دونوں ایک ساتھ ہیں،ایک کی سیلری بڑھی دوسرے کی سیلری نہیں بڑھی؛ابھی آپ کا وقت نہیں بڑھنے کا آیا آپ کے لیے بہتری ہو گی تو بڑھے گا پریشان نہ ہوں،اگر آپ اس پر راضی ہو جاتے ہیں تو(اِن شاءاللہ)اللہ تعالیٰ آپ کو اس تھوڑے رزق میں بھی برکت دے گا آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا مصیبت ہے تکلیف ہے۔

دو بھائی ہیں ایک کی اولاد ہے دوسرے کی اولاد نہیں ہے کم ایمان والے کیا کرتے ہیں؟ کوستے رہتے ہیں ڈپریشن میں رہتے ہیں تکلیف میں ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے محروم کیا ہے اس کو دیا ہے اس کے پاس ہے اس کے پاس ہے میرے کیوں نہیں ہے؟!

بھئی آپ کون ہیں اعتراض کرنے والے؟! کبھی آپ نے دیکھا ہے میں نے دیکھا ہے بچوں کو اپنے والدین کو دھکے دیتے ہوئے گالیاں دیتے ہوئے بدتمیزی کرتے ہوئے!خود میرے مریض آیا تھا وہ کہتا ہے کہ کاش میری اولاد نہ ہوتی!(ایسے ماں باپ بھی تو ہیں!)۔

اللہ تعالیٰ نے اگر محروم کیا ہے تو آپ خوب جان لیں کہ اس میں آپ کی بہتری ہے آپ جو صحیح راستہ ہے علاج کا وہ اپنائیں شرعی راستہ جو ہے؛ جادو گر کے پاس نہ جائیں، تعویذ لٹکانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے شرک ہے، اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے، حرام راستہ اختیار نہ کریں حرام سے علاج نہ کرائیں، شرک بدعات سے بچیں، اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تقدیر میں آپ کے مقدر میں اولاد لکھی ہے تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا، اگر نہیں لکھی ہے تو کوئی آپ کو دے نہیں سکتا کچھ بھی ہو جائے۔

کئی ایسے مریض میرے سامنے آئے ہیں بیس سال علاج کر کر کے تھک گئے علاج چھوڑ دیا بیس سال کے بعد اولاد ہو گئی، کئی ایسے میرے سامنے مریض آئے ہیں (سبحان اللہ)، اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔

اس لیے یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھیں: "فَمَا أصابَ الإنْسانَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ، وَما أخْطَأهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصيبَهُ" (جو پہنچا ہے تمہیں اُس سے آپ کبھی بچ نہیں سکتے تھے اور جس چیز سے آپ بچ گئے ہیں وہ کبھی آپ کو پہنچ نہیں سکتی تھی)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: "ما أصاب" کا معنیٰ جو ہے اس کا احتمال یہ ہے کہ جو مصیبت یا جو تکلیف یا جو چیز اسے پہنچنے والی تھی وہ نہیں پہنچے گی، یا جو پہنچ چکی تھی یا پہنچ چکی ہے اس سے وہ بچ نہیں سکتا تھا یہاں تک کہ انسان اگر اس کی تمنا بھی کیوں نہ کرتا ہو، اور دونوں معنیٰ صحیح ہیں۔

اور جو چیز اس سے خطاء ہو گئی یعنی اس سے بچ گیا اسے کبھی پہنچنے والی نہیں تھی دونوں احتمال موجود ہیں کہ چاہے وہ بچنے والا تھا یا چاہے حقیقت میں بچ گیا ہے کیونکہ معروف ہے کہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا اگرچہ انسان اس کی تمنا کیوں نہ کرتا ہو، اور دونوں معنیٰ صحیح ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

پھر مصنف کا یہ کہنا: "جَفَّتِ الأَقْلامُ وَطُوِيَتِ الصُّحُفُ" (کہ قلم جو ہیں (اقلام قلم کی جمع ہے) سارے کے سارے خشک ہو چکے ہیں اور ختم ہو چکے ہیں، اور جو صحف ہیں وہ بند ہو چکے ہیں)۔

طُوِيَتِ: یعنی صحیفے جو ہیں وہ پلٹ دیئے گئے ہیں وہ بند ہو چکے ہیں، اور یہ کنایت ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) کہ معاملہ جو ہے وہ ختم ہو گیا ہے اس کی انتہا ہو گئی ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور معروف حدیث ہے سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ہے، فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارا دین ہمیں سمجھائیں جیسا کہ ہم

ابھی پیدا ہوئے ہیں، آج ہم عمل کس بنیاد پر کریں کیا اُس چیز کی بنیاد پر جو قلم نے لکھ دیا ہے اور خشک ہو چکے ہیں (یعنی جو تقدیر لکھ دی گئی ہے جو خشک ہو چکی ہے) یا جو آنے والا ہے مستقبل میں اس کی بنیاد پر؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لَا، بَلْ فِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ'' (ہر گز نہیں، بلکہ عمل جو ہے اس بنیاد پر کرنا ہے جو کچھ تقدیر میں قلم نے لکھ دیا ہے اور خشک ہو چکے ہیں اور جو تقدیر مقرر ہو چکی ہے اس بنیاد پر) ''قَالَ فَفِيمَ الْعَمَلُ؟'' (صحابی جو ہیں (رضی اللہ عنہ) سیدنا سراقہ بن مالک عرض کرتے ہیں کہ ہم عمل کیسے کریں؟ (جب سب کچھ لکھ دیا ہے عمل کیوں کریں پھر؟!))، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ'' (''اعْمَلُوا'': عمل کرو ہر چیز کے لیے وہ چیز آسان کر دی گئی ہے جس کے لیے لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے)۔

بڑی عظیم اور پیاری حدیث ہے!

نمازی کے لیے نماز کا راستہ آسان کر دیا ہے وہ نماز پڑھتا ہے، بے نمازی کے لیے نماز کو ترک کرنے کا راستہ آسان کر دیا ہے؛ اب اِس کے مقدر میں نماز پڑھنا لکھا ہے اور اُس کے مقدر میں نماز نہ پڑھنا لکھا ہے فرق جانتے ہیں؟ عمل ہم نے کرنا ہے۔

آپ بے نمازی سے پوچھیں نماز کیوں نہیں پڑھی اس کی اپنی مرضی ہے یا نہیں؟ مسجد میں جاتے ہیں اپنی مرضی سے یا کوئی مجبور کر کے لے جاتا ہے؟ ابھی آپ درس میں ہیں گن پوائنٹ پر آئے ہیں یا خود مرضی سے آئے ہیں؟ جو نہیں آئے ہیں اپنی مرضی سے نہیں آئے ہیں کہ نہیں؟ (سبحان اللہ)۔

دیکھیں اب کیونکہ مسئلہ ہوتا ہے نا کہ اگر تقدیر میں سب کچھ لکھ دیا گیا ہے جو سب سے بڑا شبہ ہے پتہ ہے؟ جب سب کچھ تقدیر میں لکھا ہے تو عمل کیوں کریں پھر فلاں دوزخی ہے فلاں جنتی ہے بات ہی ختم ہے! یعنی اگر میں جنتی ہوں تو جنت میں جاؤں گا جب لکھ دیا اللہ تعالیٰ نے کہ جنت میرے لیے ہے تو میں جنت میں جاؤں گا، جب فلاں کے لیے دوزخ لکھ دی ہے تو فلاں دوزخ میں جائے گا تو عمل کیوں کریں؟! شبہ ہے کہ نہیں؟ جب میں نے ڈاکٹر بننا ہے تو پھر ڈاکٹر بن جاؤں گا میں پڑھوں کیوں کیا خیال ہے؟ بغیر پڑھنے کے ڈاکٹر بن سکتا ہوں؟ نہیں بن سکتا نا؛ اس لیے یہ شبہ ہی ختم ہو گیا۔

تو اس لیے جب تک آپ راستہ اختیار نہیں کرتے عمل کا اور عمل نہیں کرتے آپ منزل مقصود تک پہنچ ہی نہیں سکتے، آپ جنت میں جانا چاہتے ہیں تو جنت کا راستہ اختیار کرنا پڑے گا پھر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے جنت کا راستہ اختیار کیا ہے میرے مقدر میں نہیں تھا۔

دیکھیں خلل ہوتا ہے نا، بعض اوقات نیت میں کھوٹ ہوتا ہے، دیکھنے والے کو لگتا ہے کہ پتہ نہیں؛ بڑا جنتی، بڑا نیک، بڑا مولوی بڑا اللہ کا نیک بندہ ہے، پتہ چلتا ہے کہ وہ سب جھوٹ تھا دکھاوا تھا سارا۔

اس لیے حدیث میں کیا ہے ؟" یہاں تک کہ جنت کے وہ قریب ایک گز کے فاصلے پر ہوتا ہے تو جہنمی کے عمل کا عمل کرے گا پھر جہنم میں داخل ہو جائے گا"۔

اب وہ سارا وقت کیا کرتا رہا؟ جنت کا عمل کرتا رہا یوں لگتا تھا کہ فلاں جنتی ہے جنت میں جائے گا لیکن جب تقدیر سابق آ جاتی ہے تو مرنے سے پہلے وہ ایسا عمل کرے گا اہل جہنم کا کہ جہنم میں جائے گا۔

اور سب کو نہیں نظر آتا بعض لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ واقعی جھوٹا تھا، بعض لوگ تو اسی چیز میں دنیا سے چلے جاتے ہیں اور اسی نفاق میں چھپا کر چلے جاتے ہیں پتہ نہیں ہوتا (سبحان اللہ)۔

تو اس لیے "فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ": اہل ایمان ایمان کا راستہ اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ آسان کر دیتا ہے، جو بے ایمان ہے بے ایمانی کا راستہ ہے اُن کے لیے وہ آسان ہو جاتا ہے۔

چور کو دیکھیں آپ، زناکار کو دیکھیں بدکار کو دیکھیں، اور جو چوری نہیں کرتے اُن کو دیکھیں، سود خور کو دیکھیں اور جو سود سے بچے ہوئے ہیں جو سود سے بچا ہے خود اُس نے بچنے کا عزم کیا ہے سود کو چھوڑا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے توفیق دی ہے اس کا راستہ آسان کیا ہے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس بندے کو زمین اور آسمان کو پچاس ہزار سال پیدا کرنے سے پہلے کہ فلاں بندہ ہے میں اسے پیدا کروں گا یہ سود سے بچے گا یہ سود نہیں کھائے گا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا علم سابق ہے اُس بندے کے اعتبار سے پھر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے لکھنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا بھی کیا ہے۔

اب جب انسان پیدا ہوا ہے اس نے سود نہیں کھایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے روکا ہے سود کھانے سے یا خود وہ سود نہیں کھانا چاہتا تھا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس نے سود نہیں کھایا؟ دیکھیں توفیق اللہ تعالیٰ دیتا ہے یہ انسان نہیں سمجھے کہ میں اپنی مرضی سے جنت میں جاؤں گا؛ نہیں واللہ! اپنے عمل سے ہم کبھی جنت میں جا نہیں سکتے اور نہ ہی ہمارے نیک اعمال جنت کا کوئی بدلہ ہو سکتے ہیں (جنت کا بدلہ تو ہو نہیں سکتا) ہمارے اعمال دیکھیں اور جنت کو دیکھیں! لیکن ہمارے عمل ایک سبب ہیں اللہ تعالیٰ اس سبب کو پسند کرتا ہے توفیق دیتا ہے اور ہم مزید عمل کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ہمیں انعام اور احسان میں جنت دے دیتا ہے محض اللہ کا فضل و کرم ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''کما قال الله تعالیٰ'' (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے)، اب یہ جو بات ہوئی ہے اس کے تعلق سے کہ انسان کا عمل جو ہے کس طریقے سے اللہ تعالیٰ آسانی کر دیتا ہے اور ہم نے عمل کرنا ہے تو آسانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے؛ کاف جو ہے یہاں پر تعلیل کے لیے ہے ''کما قال الله تعالیٰ'' ایک علمی بات ہے۔

کاف کے کئی معنی ہیں اُن میں سے ایک معنی ہے تشبیہ کا، دوسرا معنی ہے تعلیل کا۔ کاف تعلیل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ یہاں پر ہے ''کما قال الله تعالیٰ'': جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، یا اس سبب سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اس تعلیل سے۔

کوئی اور مثال جانتا ہے کہ کاف تعلیل کے لیے ہے تشبیہ کے لیے نہیں ہے؟ بڑی علمی بات ہے اور بڑی عقیدے کے تعلق سے بات ہے؛ درود ابراہیمی میں دیکھیں آپ: ''اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيد ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آل مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيد'': افضل کون ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں سید المرسلین واَفضل الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اگر یہاں پر تشبیہ کی ہوتی تو تشبیہ آپ فاضل کی مفضول سے کرتے ہیں یا مفضول کی فاضل سے کرتے ہیں کیسے کرتے ہیں؟ ''كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ'': یعنی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم پر خاص انعام اور احسان اور رحم کیا ہے، خاص برکتیں ہیں اس طریقے سے ایسی برکت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا، یا جو علت یہاں تھی جو وجہ یہاں تھی اسی وجہ کی بنیاد پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ عطا فرما؟ اگر تشبیہ کے لیے ہے تو پھر ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام افضل ہیں نا، اگر تعلیل ہے تو افضل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ابراہیم علیہ آلصلاۃ والسلام افضل نہیں ہیں۔

تو اس لیے بعض اعتراض کرنے والوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ لوگ کہتے ہیں افضل ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور درود بھی ابراہیمی آپ پڑھتے ہیں: ''اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ'': ''كَمَا'': کاف تشبیہ کے لیے ہے اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جس کی تشبیہ دی جارہی ہے وہ افضل ہے؛ ایسا ہے نا؟

ہم یہ کہتے ہیں کہ کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے یہ کاف تعلیل کے لیے ہے؛ واضح ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾

(الحج:70)۔

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ﴾: اے مخاطب کیا تو نہیں جانتا۔

﴿اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾: یہ عام ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) جو کچھ بھی اس میں أعیان اوصاف، اعمال احوال ہیں تمام اللہ تعالیٰ جانتا ہے آسمان اور زمین میں۔

﴿اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ﴾: یعنی لوح محفوظ میں۔

﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾: یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

اب یہ دلیل ہے پہلے درجے کی جس میں علم اور کتابت کا ذکر ہے۔

اب اس آیت میں دیکھیں علم بھی ہے اور کتابت بھی ہے دونوں ہیں، سورۃ الحدید آیت نمبر 22 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾ (کوئی مصیبت نہیں تمہیں نہیں پہنچتی زمین میں، نہ تمہارے نفس میں اِلَّا یہ کہ کتاب میں ہے اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں ﴿اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے لیے آسان ہے)۔

اب اس میں جیسے آگے بیان ہو گا کہ کتاب بھی ہے اور خلق بھی ہے: ﴿نَّبْرَاَهَا﴾ یعنی پیدا کیا ہے۔

﴿فِي الْاَرْضِ﴾ سے مراد شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جیسا کہ قحط ہے، زلزلے ہیں، طوفان وغیرہ ہیں، سیلاب وغیرہ ہیں یہ مصیبتیں جو زمین پر آتی ہیں۔

﴿اَنْفُسِكُمْ﴾: نفس میں جو مصیبتیں ہیں جیسا کہ بیماری ہے، وبائیں ہیں جو ہلاک کر دینے والی اور اس کے علاوہ بھی۔

﴿اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ﴾: یعنی لوح محفوظ میں۔

﴿نَّبْرَاَهَا﴾: یعنی اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں؛ اور ضمیر جو ہے بڑا پیارا ہے دیکھیں انداز کہ ﴿نَّبْرَاَهَا﴾ میں کس طرف ضمیر لوٹتا ہے مصیبت کی طرف بھی ہے احتمال ہے، نفس کی طرف بھی ہے احتمال ہے جمع ہے، اور زمین کی طرف بھی احتمال ہے؛ تمام مؤنث ہیں اور سب کی طرف بھی ہو سکتا ہے اور سب صحیح ہیں، یہ جو ضمیر ہے ﴿نَّبْرَاَهَا﴾ میں پیدا سب کے تعلق سے ہے زمین بھی ہے مصیبت بھی ہے اور نفس بھی ہے۔ تو مصیبت جو ہے لکھ دی گئی ہے اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرے انسان کے نفس کو پیدا کرنے سے پہلے جسے یہ مصیبت پہنچتی ہے اور زمین کو پیدا کرنے سے بھی پہلے یہ سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قبل أَن يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَكَانَ عَرْشُهُ على الْمَاءِ'' ((یہ حدیث یاد رکھیں) کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی تقدیر کو لکھ دیا ہے آسمان اور زمین کو پچاس ہزار سال پیدا کرنے سے پہلے اور اللہ کا عرش پانی پر تھا)۔

یعنی شروع میں جو "کَانَ" ہوتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے کہ تھا اور ہے؛ ''وَكَانَ عَرْشُهُ على الْمَاءِ'' (اور اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہے)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ قول: ''وَهذا التَّقْدِيرُ التَّابِعُ لِعِلْمِهِ سُبْحانَهُ يَكونُ في مَواضِعَ جُمْلَةً وَتَفْصيلًا'' (یہ جو تقدیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم کے تابع ہے یہ مختلف مواضع میں ہے جگہوں میں ہے ''جُمْلَةً وَتَفْصيلًا'' اجمالی اور تفصیلی طریقے سے)۔

یعنی لوح محفوظ کے علاوہ بھی کچھ ایسی جگہیں ہیں جہاں پر جُمْلَةً وَتَفْصيلًا تقدیر کو بھی لکھا ہے آیئے دیکھتے ہیں وہ کون سی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''فَقَدْ كَتَبَ في اللَّوْحِ المَحْفوظِ ما شاءَ'' (جو اللہ نے چاہا لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے)، پھر فرمایا ''وإِذا خَلَقَ جَسَدَ الجَنينِ قَبْلَ نَفْخِ الرُّوحِ فيهِ'' (اور جب بچے کا یعنی ماں کے پیٹ کے اندر جسم پیدا ہو جاتا ہے اس میں روح پھونکنے سے پہلے) ''بَعَثَ إِليهِ مَلَكًا'' (اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے) ''فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِماتٍ'' (چار کلمات چیزیں لکھنے کا حکم دیتا ہے) ''فَيُقالُ لَهُ'' (اسے کہا جاتا ہے) ''اكْتُبْ رِزْقَهُ، وَأَجَلَهُ، وَعَمَلَهُ، وَشَقِيٌّ أم سَعيدٌ، وَنَحْوَ ذلكَ'' (اسے کہا جاتا ہے لکھو (فرشتے کو) اس کا رزق، اس کا اَجل (خاتمہ)، اس کا عمل، خوش بخت ہے یا بد بخت ہے اور اس طریقے سے)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ دو موضع ہیں دو جگہیں ہیں:

(۱) پہلی لوح محفوظ میں ہے اور اس کی دلیل اور تفصیل پہلے گزر چکی ہے بیان کر چکے ہیں ہم۔

(۲) دوسرا جو ہے ''الكتابة العمرية'' جو عمری کتابت ہے یعنی جس میں انسان کی پوری عمر لکھ دی جاتی ہے کہ اس نے پیدا کب ہونا ہے (ابھی ماں کے پیٹ میں ہے تو پیدا ابھی ہونے والا ہے) اب چار مہینے کی عمر ہو گئی ماں کے پیٹ کے اندر اب فرشتہ اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے جو روح پھونکتا ہے اب اس کی ابتداء ہو گئی ہے زندگی کی، کب اس نے مرنا ہے، کیا اس کا رزق ہے، کیا عمل کرے گا خوش بخت بد بخت یہ چار چیزیں لکھ دی جاتی ہیں۔

اسے کہتے ہیں ''الكتابة العمرية''انسان کی پوری عمر زندگی کے تعلق سے لکھ دیا گیا ہے،اسے ''الكتابة العمرية'' کہتے ہیں جو بچے کے ماں کے پیٹ کے اندر لکھ دیا جاتا ہے اس کی دلیل گزر چکی ہے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں الصادق والمصدوق کی حدیث میں۔

(۳) تیسری جگہ مصنف یعنی شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''ونحو ذلك'': اشارہ کیا ہے ''ونحو ذلك'' اسے کہتے ہیں "تقدیر الحولی" جو سالانہ تقدیر ہے جو لیلۃ القدر میں ہوتی ہے، لیلۃ القدر میں اُس سال میں جو کچھ ہونے والا ہے وہ لکھ دیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الدخان آیت نمبر 4 اور 5 میں: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝٤ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝٥﴾۔

﴿فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾(ہر اُمر حکیم کو الگ کر دیا جاتا ہے)﴿أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا﴾(ہماری طرف سے اُمر جو ہے)﴿إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ﴾(یقیناً ہم بھیجنے والے ہیں)۔

تو﴿يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ جو ہے یعنی تقدیر جو لکھ دی گئی ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اب پتہ چلا ہے کہ یہ تقدیر جو ہے ایک تو لوح محفوظ میں ہے، دوسری ماں کے پیٹ کے اندر جو فرشتہ لکھتا ہے جسے عمری کہتے ہیں پوری زندگی کے اعتبار سے، تیسری جو سال میں ہونے والا ہے وہ لکھا جاتا ہے اسے تقدیر الحولی یا السنوی بھی کہتے ہیں۔

سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾(الرحمٰن:29): اللہ تعالیٰ روزانہ شأن میں مختلف یعنی کسی کو پیدا کیا یعنی وہ ہوتا ہے جو ہے لوح محفوظ میں تبدیل نہیں ہوا وہی؛ اب کب اس نے پیدا ہونا ہے کب اس نے مرنا ہے، کس کو بیمار ہونا ہے جو آج کے دن میں ہے؛ جو پیدا ہو رہے ہیں تقدیر یومی ہے، جو مر رہے ہیں یہ تقدیر یومی ہے، جو بیمار ہو رہے ہیں تقدیر یوم ہے۔

جو تندرست ہو رہے ہیں رزق مل رہا ہے محروم ہو رہے ہیں، مہنگائی ہو رہی ہے، یہ ساری چیزیں جو ہیں کہ مصیبت آ رہی ہے جا رہی ہے بارش ہو رہی ہے نہیں ہو رہی ہے یہ ساری چیزیں کیا ہیں؟ یہ تقدیر یومی ہیں آج کے دن میں جو کچھ ہوتا ہے۔

تو یہ چار قسم کی جو تقدیر ہے اس اعتبار سے اس کی یہ تفصیل ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ): "فهذا التقدير" (یہ تقدیر جو ہے) "قد كان ينكره غلاة القدرية قديمًا، ومنكروه اليوم قليل" (اس تقدیر کو انکار کرتے تھے جو غلاۃ القدریہ ہیں جو غالی قدری ہیں پہلے، اور آج بہت کم لوگ ہیں جو اس تقدیر کا انکار کرتے ہیں)۔

اس تقدیر سے مراد شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "العلم والكتابة": جو پہلا درجہ تھا اس میں شیخ صاحب نے اب دو درجے بیان کیے ہیں علم اور کتابت کے تعلق سے جو ہے اس میں غلاۃ القدریہ جو ہیں یہ انکار کرتے تھے قدیم (یعنی پہلے) زمانے میں اور یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتا جو کچھ لوگ کرتے ہیں (بندے کرتے ہیں) اِلَّا یہ کہ جب تک کہ وہ کر نہیں لیتے، اور یہ لکھی بھی نہیں گئی ہے تقدیر جو انسان کرتا ہے اور کہتا ہے "الأمر أنف؛ أي: مستأنف": یعنی جو کچھ انسان کرتا ہے وہ سب کچھ نیا ہوتا ہے وہ اس کی تقدیر میں لکھا ہوا نہیں ہوتا جو انسان کرتا ہے۔

لیکن جو بعد میں آنے والے ہیں اِن قدریہ کے تقدیر کے منکر جو ہیں انہوں نے علم اور کتابت کا تو اقرار کیا ہے اور مان لیا ہے وہ بھی اپنی عقل کی بنیاد پر (غلطی بتاؤں گا میں آگے ان شاء اللہ) لیکن مشیئت اور خلق کا انکار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور خلق اور باقی جو دو مرتبے ہیں یا دوسرا درجہ جس میں یہ دو مرتبے ہیں "مشیئت اور خلق" ان کا آگے ہم ذکر کریں گے ان کا انکار کیا ہے اور یہ مخلوق کے اعتبار سے انہوں نے کہا ہے، اللہ تعالیٰ کے افعال کے تعلق سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اس کے وقوع سے پہلے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے افعال ہیں اور مخلوق کے افعال ہیں، مخلوق کے افعال دو قسم کے ہیں: ایک وہ جو انسان نے ابھی کیے نہیں ہیں پہلے، اور ایک وہ جو بعد میں ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کے جو اپنے افعال ہیں کسی میں اختلاف نہیں ہے پہلے عرض کر چکا ہوں، اہل بدعت اہل قبلہ سب مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے عمل کو خوب جانتا ہے، جو مخلوق کے افعال ہیں جو انسان نے ابھی تک نہیں کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (انہیں کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے)، اور جو انسان کر لیتا ہے اس کے بعد میں جو اختلاف ہوا کہ اللہ تعالیٰ نہیں جانتا ہے یہ قول ہے قدریہ کا جو کفریہ قول ہے۔

سچ قول کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): اور یہ جو ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم کا انکار کرتے ہیں "کہ جب تک انسان کا یعنی عمل واقع نہیں ہوتا اُس وقت تک اللہ تعالیٰ نہیں جانتا" اس کا حکم شریعت میں یہ ہے کہ یہ کافر ہیں کیونکہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ

کے اس فرمان کو جھٹلایا ہے انکار کیا ہے ﴿ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرۃ:282)؛یعنی یہ آیت اور تمام آیتیں جو ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے علم کا ذکر ہے ان سب کی تکذیب ہوتی ہے اور قرآن کو جھٹلانا جو ہے وہ کفر ہے۔

اور اس کے علاوہ بھی جو آیات ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں جو"المعلوم بالضرورۃ من الدین" کی مخالفت ہے، بعض چیزیں ایسی ہیں جو دین میں بنیادی طور پر معلوم بالضرورۃ ہیں انسان "بدیہۃ" بغیر دلیل جاننے کے بھی جان لیتا ہے یقیناً۔

اب کوئی شخص کسی بدو سے پوچھے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا ہے؟ جاہل سے پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا ہے کیا اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی ہے؟ کہتا ہے نہیں! کوئی ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نہیں جانتا؟ کہتا ہے کہ ہو نہیں سکتا کیسے ممکن ہے؟! اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے خوب جاننے والا ہے؛ ایسا ہے نا؟ اسے کہتے ہیں"المعلوم من الدین بالضرورۃ"؛ تو اس کی بھی انہوں نے مخالفت کی ہے جو قدری ہیں۔

اگلے درس میں باقی جو دوسرا درجہ ہے تقدیر پر ایمان کا اس پر بات کریں گے اس کی تفصیل ان شاءاللہ بیان کریں گے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (088.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio